59

جھوٹ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا

(فرمودہ ۴ اپریل ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

آج میں جمعہ کی تیاری کر کے جب گھر سے نکلنے لگا تو کسی نے پیغام صلح کا ایک پرچہ مجھے بھیجا میرا منشاء تو آج تبلیغ کے متعلق ایک مضمون بیان کرنے کا تھا۔ لیکن اس پرچہ کے آجانے سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ اس کے اندر کوئی ایسا مضمون ہو گا جو میری ذات سے تعلق رکھتا ہو گا یا جو میرے پڑھنے کے قابل ہو گا۔ لہٰذا میں نے اس کو کھولا اور اس کے مضامین پر نظر ڈالی۔ دوسرے ہی صفحے پر ایک لیڈر دیکھا جس میں مولوی محفوظ الحق کا خط درج تھا۔ جو اس نے قادیان سے نکل کر مولوی محمد علی صاحب کے نام لکھا۔ اور جس سے خط بھیجنے والے کی غرض بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ میں نے اس خط کو پڑھا اور اس تنقید کو بھی پڑھا جو اس خط پر یا اس کی بناء پر ہم پر کی گئی ہے۔ یہ مضمون کیا بلحاظ اس کے کہ جب کوئی شخص صداقت کو چھوڑتا ہے۔ اور سچے مذہب سے دور ہوتا ہے اور تبدیلی کرتا ہے۔ تو وہ کس طرح صداقت کو چھوڑتے ہی نجاست پر منہ مارنے لگ جاتا ہے۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ جب کوئی شخص کسی کی عداوت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور اس کی دشمنی میں اندھا ہو جاتا ہے تو وہ کس طرح محل بے محل اعتراض کرنے لگ جاتا ہے۔ اور کس طرح الزام لگانے میں دلیری کرتا ہے۔ نہایت ہی حیرت میں ڈالنے والا تھا۔ میں اس پرچہ کو ساتھ ہی لے آیا ہوں کیونکہ میں نے سمجھا کہ چونکہ خطبہ کی غرض یہی ہوتی ہے کہ جماعت کو ان امور سے جو اس سے تعلق رکھتے ہوں اطلاع دی جائے اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ اسی مضمون کے متعلق کچھ بیان کروں۔

پہلے میں وہ خط جو محفوظ الحق نے مولوی محمد علی کی طرف لکھا ہے سنا دیتا ہوں وہ لکھتا ہے۔ خیال تھا کہ جب جناب والا کا اختلاف جماعت قادیان سے ظاہر ہوا تھا۔ تو کیوں جناب کو قادیان

چھوڑنا پڑا۔ مگر اب ہمیں اس کی وجوہ بچشم خود نظر آ گئے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ جماعت قادیان اس روح کو فنا کر چکی ہے جو حضرت صاحب نے پیدا کی تھی۔ ہم حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ آپ کے انکار کے باعث مسلمان کو کافر نہیں کہتے ہیں۔ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں۔ غیر احمدی سے رشتہ جائز سمجھتے ہیں۔ قادیان میں جو غلو حضرت صاحب کی ذات کے متعلق ہو رہا ہے۔ اس کو دنیائے اسلام کے لئے مضر خیال کرتے ہیں۔ ہماری جماعت نے کوئی فتنہ پردازی اور بددیانتی نہیں کی۔ خدا شاہد ہے کہ ہم نے ہر طرح امن و عافیت کی راہ اختیار کی تھی۔ مگر اس کو کیا کیجئے کہ ارباب قادیان نے ہمارے ساتھ وہ ناجائز برتاؤ کیا جس کو وہ خود بھی شرمندگی کے ساتھ ناجائز قرار دینے پر مجبور ہوں گے۔ ہمیں بطور مجرم کے بلایا گیا۔ ہم سے تمسخر کیا گیا۔ غیظ و غضب کی نظریں ہم پر ڈالی گئیں۔ ہم پر آوازے کسے گئے۔ ہمیں اپنی گلیوں میں چلنے سے روکا گیا۔ ڈنڈے والے بھیجے گئے۔ جو ہمیں ادھر سے ادھر لے گئے۔ ہر طرح ہمارا بائی کاٹ کیا گیا۔ چلتے وقت ہمیں اپنے گھر والوں سے بھی نہ ملنے دیا گیا۔ تعجب ہے کہ وہ اخلاقی طاقت جس کا فخر اخباروں میں کیا جاتا ہے کہاں چلی گئی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم ارباب قادیان کی نظر میں کافر اور مرتد ٹھہرے تھے اور ہم نے ان کی بعض راؤں سے اختلاف کیا تھا۔ تو کیا ہم اسی سلوک کے مستحق تھے۔ جو کیا گیا۔ کیونکہ کسی غیر احمدی کے احمدی ہو جانے پر لوگ جب ایسے ہی معاملات عمل میں لاتے ہیں۔ تو ارباب قادیان چیخ پڑتے ہیں۔ اور اخباروں میں واویلا مچاتے ہیں۔ عجیب تر یہ کہ جناب میاں صاحب نے اپنے مریدوں میں کہا کہ تین روز تک یہ لوگ مجھ سے جو چاہیں دریافت کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں کوئی باقاعدہ اطلاع نہیں دی گئی۔ جناب نے "آخری نبی" میں خوب فرمایا کہ میاں صاحب اپنے جدید عقائد نبوت کے باعث بابیوں سے جا ملے ہیں۔ سو اس میں شک نہیں کہ جناب میاں صاحب کے بیانات نے اس باب میں ایک بڑا کام کیا ہے اور اسی تحریک سے ہم لوگ بھی آج اس رنگ میں رونما ہوئے ہیں۔ اور قادیانی گروہ میں کئی دوسرے لوگ بھی آج اسی رنگ میں رنگے جا چکے ہیں۔"

یہ وہ خط ہے۔ اس اخبار والا کہتا ہے کہ ہم تو پہلے ہی شور مچایا کرتے تھے کہ محمودی عقائد تباہی ڈالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہو گیا کہ اب ان عقائد کی وجہ سے لوگ بابی ہونے شروع ہو گئے۔ اور اس کا اصل سبب میاں صاحب کے عقائد ہیں۔

پہلے میں اخبار والے کا جواب دیتا ہوں۔ دیکھو جس وقت انسان تعصب سے اندھا ہو جاتا ہے۔ تو وہ کس طرح غلط اور الٹ نتیجے نکالتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بہائیت اور بابیت نتیجہ ہے میاں صاحب

کے عقائد کا مگر یہ تو بتاؤ بابیت پہلے کہاں سے شروع ہوئی۔ حشمت اللہ آگرہ والا اور محمد اسماعیل اور دوسرے بہائی جو بمبئی کراچی میں پائے جاتے ہیں۔ وہ کن میں سے بہائی ہوئے ہیں۔ کیا وہ بھی "محمودیوں" میں سے بہائی ہوئے ہیں۔ یہ لوگ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ الہام کو بھی جائز سمجھتے تھے یہ کیونکر بہائی ہو گئے۔ پھر ایران مصر وغیرہ میں ہزاروں مسلمان کہلانے والے بابی ہو گئے۔ کیا وہ بھی محمودیوں سے نکل کر ہوئے تھے۔ اگر ہمارے عقیدہ کی اشاعت سے پیشتر دنیا میں بابی اور بہائی مذہب نہ تھا۔ تب تو یہ بات کہی جا سکتی تھی۔ اور اس مذہب کو ہمارے عقائد کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا تھا۔ لیکن اگر باب میری پیدائش سے بھی پچاس سال پہلے دعویٰ کر چکا تھا۔ اور اگر میرے پیدا ہونے سے چالیس برس پہلے بہاء اللہ دعویٰ کر چکا تھا۔ اور اگر ہزاروں لوگ ان میں سے جو آنحضرت صلعم کو ان معنوں سے خاتم النبیین مانتے تھے۔ کہ اس کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہ آئے گا اور جو قرآن کو ان معنوں سے کامل سمجھتے تھے کہ پہلے مفسروں کے مرنے کے بعد قرآن کا فہم بھی مٹ گیا ہے۔ بابیت اور بہائیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ تو کون سی عقل ہے جو یہ کہہ سکتی ہے کہ بہائیت ان خیالات کے نتیجہ میں پھیلتی ہے۔ جو میں نے شائع کئے۔

پھر وہ مولوی محمد احسن صاحب جن کے تعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ ابتدا سے ہمارے ساتھ تھے مگر اہل بیت کی محبت کی وجہ سے انہوں نے میاں صاحب کی بیعت کرلی تھی۔ ان کے بیٹے کا بہائی ہونا کن خیالات کی وجہ سے تھا۔ وہ محمد احسن صاحب جن کو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر پورا کاربند سمجھتے ہیں۔ اور ان کو نبوت کا منکر جانتے ہیں۔ ان کا بیٹا کیونکر بہائی ہو گیا۔ اور ہوا بھی اس اختلاف سے پہلے جس نے بڑے جوش سے بابیت کا اعلان کیا حتیٰ کہ بعض لوگ شک کرتے ہیں کہ برہان الصریح وغیرہ کتابیں بھی اسی کی لکھی ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم یہ امر کہاں تک صحیح ہے۔ بہرحال بہائیت و بابیت پیغامیوں کے گھر سے نکلی ہے۔ پس جب بابیت میرے خیالات کا نتیجہ نہیں تو مجھ پر کیسا الزام؟ پھر ان لوگوں میں سے جو قرآن کے فہم کو بھی پرانے علماء کے بعد بند سمجھتے ہیں۔ ہزاروں کا بابی ہو جانا کن خیالات کا نتیجہ ہے۔ ان لوگوں کو اپنے گھر کی خرابی نظر نہیں آتی۔ ذرا سوچیں تو سہی۔ کہ یہ جو ہزاروں بابی اور بہائی ہیں۔ یہ کس اثر کے نیچے ہیں۔ حضرت مسیح نے سچ کہا ہے۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مبائع ہم پر اعتراض کرتے ہیں مگر اپنے گھر کو نہیں دیکھتے۔

پھر میں پوچھتا ہوں کیا کوئی ایسا زمانہ آیا ہے کہ مرتدین نہیں ہوئے۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے زمانہ میں عبدالحکیم ان ہی مسائل پر مرتد نہیں ہوا۔ کہ آپ تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اور اپنے درجہ کے بارے میں غلو کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ پھر کیا عبدالحکیم کا ارتداد میری تعلیم کا نتیجہ تھا۔

اسی طرح جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں پہلے ایمان لائے اور پھر مرتد ہو گئے۔ کیا وہ بھی محمودی خیالات کا نتیجہ تھے؟ یا وہاں بھی آنحضرت صلعم نے کوئی غلو کیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں وہ جماعت مرتد ہو گئی تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے سامنے جو سینکڑوں مرتد ہوئے وہ کس غلو کا نتیجہ تھے۔ کیا وہاں بھی میں موجود تھا اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ارتداد ہوا وہ کن خیالات کا نتیجہ تھا۔ قرآن کریم میں ان مرتدوں کا ذکر موجود ہے۔ وہ خسف کئے گئے۔ مٹائے گئے ذلیل کئے گئے۔ وہ کن خیالات کا نتیجہ تھے۔ کیا حضرت موسیٰ کے غلو کا یا اس وقت بھی میں ہی موجود تھا جس کے نتیجہ میں ارتداد رونما ہوا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مرتد ہوئے۔ طالوت علیہ السلام کے زمانہ میں ارتداد ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بکثرت مرتد ہوئے۔ پھر آنحضرت صلعم اور حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے زمانوں میں لوگ مرتد ہوئے۔ تو کیا وجہ ہے۔ اگر آج دو تین مرتد ہو گئے۔ تو جو وجہ وہاں تھی۔ وہ اس جگہ چسپاں نہیں کی جاتی۔ پھر کیا وہ لوگ موجود نہیں۔ جنہوں نے میرا انکار کیا اور پیغامیوں سے ملے۔ مگر پھر دہریہ ہو گئے یہ کس تعلیم اور کن عقائد کا نتیجہ ہے۔ مگر سچ ہے۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔

ان پیغامیوں میں سے دہریہ ہوئے۔ احمدیت سے مرتد ہوئے۔ بد عمل اسلام کو چھوڑنے والے ہوئے مگر انہیں وہ یاد نہیں۔ مسیح موعود کے زمانے میں مرتد ہوئے۔ آنحضرت صلعم کے وقت میں مرتد ہوئے۔ مگر وہ ان کی نظروں سے غائب ہیں۔ لیکن ان دو تین کا ارتداد ان کی آنکھوں میں ایسا کھٹکا ہے۔ گویا اس سے پہلے کبھی کوئی مرتد ہی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا جواب دیا ہے۔ انہوں نے ہم پر یہ الزام لگایا کہ گویا ہمارے عقائد بہائیت کی طرف لے جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مولوی محمد احسن صاحب کے لڑکے کو پہلے سے بہائی بنا کر ان کے منہ پر چھبڑ لگا دی۔ کاش وہ سمجھیں کہ بہائیت تو ان کے گھر سے نکلی ہے۔ اور وہ الٹا ہم پر الزام لگاتے ہیں۔

اب میں خط کا مضمون لیتا ہوں۔ خط لکھنے والا لکھتا ہے۔ ”خیال تھا کہ جب جناب والا کا اختلاف جماعت قادیان سے ظاہر ہوا ہے۔ تو کیوں جناب کو قادیان چھوڑنا پڑا۔ مگر اب ہمیں ان کے

وجوہ بچشم خود نظر آ گئے ہیں۔"

وہ وجوہ آگے بیان کی ہیں۔ اسی لئے اس جگہ ان کا جواب دوں گا۔

پھر لکھا ہے۔ "ہم حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتے۔" مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہاں بیان میں اس نے لکھایا ہے کہ حضرت صاحب ایک رنگ میں دعویٰ نبوت میں صادق تھے۔ اور پھر گواہوں نے بڑے تواتر سے کہا کہ وہ جانے سے چار پانچ دن ہی پہلے یہ کہتا تھا کہ محمد علی کی عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ جو نبوت سے انکار کرتا ہے۔ نبوت سے تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ مگر قادیان سے جانے کے بعد لکھتا ہے کہ میں حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ اس میں بھی کس قدر دھوکہ دیا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ میں چونکہ بہاء اللہ کو مانتا ہوں۔ اس لئے حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ ہم حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ تاکہ اس طرح مولوی محمد علی صاحب خوش ہو جائیں کہ ہماری تصدیق کر رہا ہے حالانکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ میں مرزا صاحب کو بھی کیونکر مان سکتا ہے۔ جب کہ بہاء اللہ کا معتقد ہوں اور یہ اس کے خلاف ہے۔ اس کا پہلے بھی یہی عقیدہ تھا۔ مگر ہم میں جذب ہونے کے لئے اور شامل رہنے کے لئے کہتا رہا کہ مرزا صاحب نبی تھے۔ اب ان میں شامل ہونے کے لئے یہ کہہ دیا کہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ حقیقتاً وہ مرزا صاحب کو نہ نبی اور نہ راستباز سمجھتا ہے۔

پھر لکھتا ہے۔ "آپ کے انکار کے باعث مسلمان کو کافر نہیں کہتے ہیں۔" مرزا صاحب کے انکار سے کیونکر کافر ہونا تھا وہ تو اس کے نزدیک بہاء اللہ کے انکار کی وجہ سے کافر بن چکے ہیں۔ مگر پڑھنے والوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ لکھ دیا کہ مرزا صاحب کے انکار کے باعث ہم مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے۔ گویا ان کو پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اصل مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ تو باب اور بہاءاللہ کے انکار سے کافر قرار پا چکے۔ باب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو میری کتابوں کا انکار کرتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ جو آج سے قریباً سو سال پہلے کافر بن چکے ہیں۔ ان کے دوبارہ کافر بننے کے معنے ہی کیا ہیں۔

پھر لکھا ہے۔ "غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں یہ غیر احمدیوں کی خصوصیت بھی محض دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ یہ لوگ تو عیسائیوں کے گرجے میں جانا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ بہائی تعلیم کی رو سے غیر احمدی کیا کسی گرجے میں عیسائی کے پچھے بھی نماز جائز ہے۔ چنانچہ ان کے مبلغ یورپ اور امریکہ میں ایسا ہی کرتے ہیں۔

پھر کہتا ہے۔ "غیر احمدی سے رشتہ جائز سمجھتے ہیں۔" یہ بھی دھوکا ہے اور یہ بتانا چاہا ہے کہ گویا ہمارے عقیدہ سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ حالانکہ بہائیوں کے عقیدہ کے ماتحت نکاح کی یہ قید فضول ہیں۔ ان کے نزدیک عیسائی اور ہندو اور زرتشتیوں اور سکھوں سے بھی رشتہ جائز ہے۔ چنانچہ امریکہ میں بہائی عورتیں عیسائی خاوندوں کے ساتھ رہتی ہیں۔

پھر لکھتا ہے۔ "قادیان میں جو غلو حضرت صاحب کی ذات کے متعلق ہو رہا ہے۔ اس کو دنیائے اسلام کے لئے مضر خیال کرتے ہیں۔"

یہ عجیب بات ہے۔ جب کہ تم اسلام کو منسوخ سمجھتے ہو۔ تو اس کے لئے مضر یا مفید سمجھنا کیا معنے۔ لیکن اسلام سے وہ اسلام مراد نہیں۔ جو اس تحریر کے پڑھنے والوں کے ذہن میں آتا ہے۔ بلکہ اسلام سے وہی مذہب مراد ہے۔ جو بہاء اللہ لایا۔ چنانچہ یہ لوگ بہاء اللہ کے مذہب کو اسلام کہنے پر یہ دلیلیں دیا کرتے ہیں کہ چونکہ پہلے نبیوں کے مذہبوں کو بھی اسلام کہا گیا ہے اس لئے اسلام ہر سچے مذہب کا نام ہے۔ اور اب چونکہ بہا اللہ کا مذہب ہی سچا ہے۔ لہٰذا وہی اسلام ہے اور دنیائے اسلام سے وہی مراد ہے۔ چونکہ یہ بات بالکل درست ہے کہ حضرت اقدس کی تعلیم کا یہ نتیجہ ہو گا۔ کہ بہائی مذہب بالکل نہیں پھیل سکے گا۔ اس لئے اس نے یہ لکھا ہے کہ احمدیت کو بہائی مذہب کے لئے مضر خیال کرتے ہیں مگر اس نے ہر فقرہ منافقت سے لکھا ہے تاکہ ظاہر میں لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے اسلام کی حمایت کی ہے۔ مگر اصل مراد بہائیت کی تائید ہے۔

پھر لکھتا ہے ہماری جماعت نے کوئی فتنہ پردازی اور بددیانتی نہیں کی۔ خدا شاہد ہے کہ ہم نے ہر طرح امن و عافیت کی راہ اختیار کی تھی۔"

گویا مخفی طور پر یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ امن و عافیت قائم رہے اور کسی قسم کا فساد نہ ہو جائے لیکن اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی چور کو پکڑے اور اس کو کہے کہ تو نے چوری کیوں کی۔ تو وہ کہے۔ حضور! اس لئے کہ اگر میں اس کی چیز اس کے سامنے اٹھاتا ۔ تو یہ مجھ سے لڑتا۔ لہٰذا امن قائم رکھنے کے لئے میں نے یہ راہ اختیار کی ہے۔ تو یہ عجیب قسم کا امن ہے۔ سینده لگاتے ہو۔ اور کہتے ہو۔ خدا شاہد ہے۔ محض امن کے لئے ایسا کیا ہے۔ کیا اسی کو امن کہتے ہیں۔ کسی قوم میں داخل رہ کر اس کے عقائد کی اشاعت پر تنخواہ لے کر اپنے عقائد کی اشاعت کرنا اس کے مبلغ کہلا کر اس قوم کے افراد کو اس کے اصول کے خلاف تعلیم دینا اور یہ بھی کہنا کہ کسی کو یہ بتانا نہیں۔ تا کسی طرح دوسرا اس زہر کا ازالہ نہ کر دے۔ اگر یہ امن پسندی ہے۔ تو بے حیائی ۔ بے

شرمی۔ خیانت اور بددیانتی کس چیز کا نام ہے۔ یہ الفاظ جو دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ پھران کا مورد کیا ہے۔

اگر یہ امن پسندی ہے تو جیل خانوں والے تو بڑے پارسا اور نیک ہوں گے چور جو چوری کے لئے جاتا ہے رات کو چلتا ہے۔ اور اپنی نیند خراب کرتا ہے۔ وہ بھی بڑا امن پسند ہو گا۔ کیونکہ وہ دنیا میں لڑائی نہیں کرنا چاہتا۔ اسی طرح وہ قاتل بہت امن پسند ہو گا جو قتل کر کے چھپ جاتا ہے۔ تاکہ دنیا میں لڑائی کی آگ نہ بھڑک اٹھے۔ وہ دنیا کو لڑائی سے بچاتا ہے اور خود تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اسی طرح خفیہ زہر دینے والا کتنا امن پسند انسان ہے کہ اگر وہ بتا کر دے تو لڑائی ہو جائے۔

اسی طرح وہ دھوکہ باز جو دوسرے کی جائداد لینے کے لئے جھوٹی دستاویزیں بناتا اور جھوٹے تمسک لکھتا ہے۔ یہ کہہ کر امن پسند کہلا سکتا ہے کہ میں نے گورنمنٹ کی معرفت جھوٹی دستاویزوں کے ذریعہ سے اس لئے قبضہ کیا ہے۔ تا امن رہے اور لڑائی نہ ہو۔

اگر اسی کا نام امن پسندی ہے۔ تو یہ سب لوگ جو قید خانوں میں ہیں۔ نہایت ہی امن پسند تھے۔ اور بڑے راستباز اور پارسا تھے۔ اگر یہ سب لوگ امین ہیں تو وہ لوگ بھی جنہوں نے نیکی و تقویٰ کو بالائے طاق رکھ کر ہم سے تنخواہیں لیں۔ اور ہمارے خلاف مضامین لکھے مولوی کہلا کر احمدیت کے مبلغ بن کر ہمارے لوگوں کو ورغلایا۔ اور پھران کو کہا کہ دیکھو کسی کو بتانا نہیں تاکہ کوئی اس زہر کا ازالہ نہ کر دے۔ جو ہم تم کو پلا رہے ہیں۔ امن پسند کہلا سکتے ہیں۔

پھر لکھتا ہے۔ "کہ ہمارے ایسی باامن راہ اختیار کرنے کے باوجود ہم سے ارباب قادیان نے ناجائز سلوک کیا۔" بچپن میں ایک قصہ سنا کرتے تھے۔ کہ ایک بیوقوف بادشاہ تھا اس نے کہا کہ میں تو اپنی لڑکی کا رشتہ اس شخص سے کروں گا جو آسمان سے گرے گا۔ اتفاق سے بگولا جو آیا۔ تو اس نے ایک پہاڑی آدمی کو جنگل سے اٹھا کر وہاں لا پھینکا لوگوں نے بادشاہ کو اطلاع دی۔ اس نے کہا یہ آسمان سے گرا ہے۔ اور اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی۔ وہ بیچارہ زمین پر لیٹ رہنے والا جوار کی روٹی کھا کر گذارہ کرنے والا۔ اگر وہ بھی مہیا نہ ہو۔ تو درختوں کے پھل وغیرہ پر زندگی بسر کرنے والا تھا اس کے لئے شاہی محل میں رہنا مصیبت ہو گئی۔ جب وہ واپس گھر آیا۔ تو ماں نے کہا۔ بیٹا تیرا کیا حال رہا۔ اس نے کہا۔ اے ماں وہاں میرے نیچے بھی روئی بچھا دیتے تھے۔ اوپر بھی روئی اڑھا دیتے تھے اوپر سے خوب تھپکتے تھے۔ (یعنی لحافوں اور توشکوں میں لٹا کر اوپر سے دباتے تھے) اے ماں میں

تب بھی نہیں مرا۔ اس پر ماں چیخ مار کر روتی اور کہتی کہ اے لڑکے تجھ پر یہ یہ مصائب آئے۔ اسی طرح اس لڑکے نے پلاؤ کے متعلق شکایت کی کہ کھانے کو مجھے کیڑے دیتے تھے۔ مگر میں پھر بھی نہ مرا۔ وہی مثال ان کی ہے اتنے احسانات کے ہوتے ہوئے ایسے بے شرم نکلے کہ ہمارے ہو کر ہمارے کھلا کر ہم سے کھا کر ہم پر ہی حملہ شروع کر دیا۔ اور پھر شکایت کرتے ہو کہ ہم سے بلا وجہ بدسلوکی کی گئی۔ بلا وجہ کا نکتہ ستم ظریفی تو آپ ہی ظاہر ہے۔ ظلم یہ بیان کئے ہیں کہ ہم سے تمسخر کیا گیا۔ لیکن یہ نہیں لکھا کہ کیا تمسخر کیا گیا۔ طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کے وقت جو سوالات کئے گئے ہیں۔ ان کا نام تمسخر رکھا گیا ہے۔ اگر تحقیق تمسخر ہے تو سنجیدگی کس چیز کا نام ہے۔ پھر لکھا ہے کہ غیظ و غضب کی نظریں ہم پر ڈالی گئیں۔ نظروں کا اندازہ لگانا تو ایک مشکل امر ہے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا افعال پر لوگوں کو غضب آیا تو اس میں برائی کی کون سی بات ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ہم پر آوازے کسے گئے۔ یہ بھی ایک مہمل فقرہ ہے۔ اور صرف حقیقت کو مٹانے کے لئے ہے۔ کس نے آوازے کسے اور کیونکر کسے ہمیں تو جہاں تک معلوم ہے۔ ایسا بالکل نہیں کیا گیا۔ پھر لکھا ہے کہ گلیوں میں چلنے پھرنے سے ہمیں روکا گیا۔ یہ بھی بالکل افتراء ہے کسی نے ان لوگوں کو گلیوں میں چلنے پھرنے سے نہیں روکا۔ آپ لوگ جو سامنے بیٹھے ہیں۔ جانتے ہیں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔

پھر لکھا ہے کہ ڈنڈوں والے بھیجے گئے جو ہمیں ادھر سے ادھر لے گئے۔ یہ عجیب خلاف شرم اور حیا سوز بیان ہے۔ اور احسان فراموشی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مجلس شوریٰ کے وقت مولوی رحیم بخش صاحب نے ایک رقعہ مجھے دیا۔ جو مہر محمد خاں کا تھا۔ اور میر محمد اسحاق صاحب کے نام تھا۔ اس میں یہ خواہش کی گئی تھی کہ مجھ تک وہ معاملہ پہنچا دیا جائے۔ اس رقعہ کا مضمون یہ تھا کہ محفوظ الحق صاحب کو اپنی بیوی کے بعض رشتہ داروں کی طرف سے خطرہ ہے کہ وہ فساد نہ کریں۔ چونکہ ایسے موقعہ پر طبائع میں اشتعال کا پیدا ہو جانا طبعی امر ہے مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا ہی نہ ہو جائے۔ تو یہ لوگ ایک تھپڑ کو قتل کے نام سے منسوب کر دیں گے۔ میں نے اس وقت مولوی رحیم بخش صاحب کو مقرر کیا کہ میاں بشیر احمد صاحب کو کہیں کہ فوراً ان لوگوں کو سمجھا دیں اور ایسا پہرے کا انتظام کرا دیں کہ کوئی ان کو کچھ کہے نہیں۔ انہوں نے محمد امین خان صاحب بخارائی اور چند اور آدمیوں کو مقرر کر دیا۔ چونکہ مولوی محفوظ الحق نے جانا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہو کر یکہ تک سوار کر آئے۔ تاکہ ان کا کوئی رشتہ دار ان کے ساتھ جھگڑے نہیں۔ اور یہ لوگ ان کا بوجھل اسباب بھی اٹھا کر لے گئے۔ اس احسان کا نام اس کی حفاظت کا نام اس شخص نے یہ

رکھا ہے کہ ڈنڈے والے ہمیں ادھر سے ادھر لے گئے۔ کیا یہ شرمناک احسان فراموشی نہیں۔ کیا ڈنڈے والے جو ادھر سے ادھر پہنچانے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں وہ اسباب بھی اٹھا کر چھوڑ آتے ہیں۔ اور کیا وہ اس طرح چپکے سے نکل جانے دیا کرتے ہیں۔

پھر کہتا ہے۔ "ہر طرح ہمیں بائیکاٹ کیا گیا۔" یہ محض افترا ہے ہم نے صرف بات کرنے سے روکا تھا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں بہاء اللہ نے تو دو دو سال تک بات کرنی ترک کر دی تھی ہم نے اگر ترک کر دی تو کون سا ظلم کیا؟ ہمارا حق تھا کہ ہم تم جیسے خائن اور منافق سے یہ سلوک کرتے ہمارا فرض تھا کہ ہم تم کو سزا دیتے۔ اور جب تم جماعت سے نکل گئے۔ تو اس کے علاوہ اور کیا سزا ہو سکتی تھی کہ احباب کو بات کرنے سے روک دیا جائے۔ اور یہ بات کہ ہر طرح بائیکاٹ کیا گیا محض افترا ہے کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق مجھ سے سوال کیا گیا کہ ان کو دیں یا نہ دیں۔ میں نے کہا۔ ضرور دو۔ یہ ظلم ہو گا اگر ہم ضروریات زندگی ان کے لئے مہیا نہ کریں۔ جب تک وہ یہاں ہیں۔ ان کا انتظام کرو۔ ورنہ ہم میں اور غیر احمدیوں میں کیا فرق رہ جائے گا۔ اور ایسا کیا گیا۔ لیکن پھر بھی یہ کہنا کہ ہمیں ہر طرح بائیکاٹ کیا گیا۔ بالکل جھوٹ نہیں۔ تو اور کیا ہے۔

پھر لکھتا ہے۔ "چلتے وقت ہمیں اپنے گھر والوں سے بھی نہ ملنے دیا گیا۔" اس ڈھٹائی پر تعجب آتا ہے وہ لکھتا ہے کہ مجھے اپنے گھر والوں سے ملنے نہ دیا گیا مگر اسے شرم نہیں آتی کہ اس نے میرے مریدوں کو ورغلایا۔ اور ان کو کہا کہ اس کے آگے اپنے شک نہ پیش کرنا۔ مرید کا تعلق تو بیوی سے زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس کا کیا حق ہے کہ کہے گھر والوں سے ملنے نہ دیا گیا اس نے تو زہر کھلایا۔ اور کہا کہ طبیب کے پاس نہ جانا تا کہیں وہ تریاق سے اس کا اثر دور نہ کر دے۔ اس نے دھوکہ دے کر اپنے آپ کو احمدی ظاہر کر کے احمدی لڑکی سے شادی کی۔ کیا اب بھی وہ اپنا حق سمجھتا ہے کہ اسے اس سے ملنے دیا جاوے۔ پھر ہم نے تو اسے نہیں روکا۔ اس کے والدین نے چاہا کہ وہ کچھ عرصہ یہاں ہمارے پاس ٹھہرے اور بہاء اللہ کے دین کی تعلیم سے اسے معلوم ہو جائے۔ پھر بعد میں اس کی جو مرضی ہو کرے۔

پھر کہتا ہے۔ "کسی غیر احمدی کے احمدی ہو جانے پر لوگ جب ایسے ہی معاملات عمل میں لاتے ہیں۔ تو ارباب قادیان چیخ پڑتے ہیں۔" اول تو غیر احمدی ہم سے وہ سلوک نہیں کرتے جو ہم نے کیا ہے۔ دوم ہم اس لئے ان سے تنخواہیں نہیں لیتے اور ان کے مذہب کی اشاعت کا عہد کر کے غداری سے اپنے عقائد نہیں پھیلاتے۔ ہم ان کے مبلغ بن کر ان کی ملازمت کر کے خفیہ تبلیغ نہیں کرتے۔

اور خیانت اور بددیانتی سے پیش نہیں آتے۔ باوجودیکہ ایسا نہیں ہوتا۔ پھر بھی جب ہم تبلیغ کرتے ہیں۔ علی الاعلان کرتے ہیں اور دوسروں کے مقابل پر کرتے ہیں اور پھر جو ہم سے بیعت کرنا چاہتا ہے۔ اس کہتے ہیں۔ ابھی ٹھہرو اور سمجھو اور لوگوں سے پوچھو۔ تاکہ بعد میں ٹھوکر نہ کھاؤ۔

پھر لکھتا ہے "عجیب تر یہ کہ جناب میاں صاحب نے اپنے مریدوں میں کہا کہ تین روز تک یہ لوگ مجھ سے جو چاہیں دریافت کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں کوئی باقاعدہ اطلاع نہیں دی گئی۔" یہ بالکل افترا ہے کہ میں نے کوئی ایسا اعلان کیا تھا۔ جس وقت ان کے فیصلہ کی تجویز ہوئی۔ تو میری یہی رائے تھی۔ کہ ان کو مہلت دی جائے تاکہ اگر وہ کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھ لیں۔ مگر دوستوں نے کہا۔ کہ ہم اس وقت ان کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھے ہیں اور ان کے لئے سزا تجویز کرنی ہے ان کو موقعہ دینا یا نہ دینا اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر وہ درخواست کریں۔ تو پھر ان کے لئے کوئی آدمی مقرر کر دیا جائے۔ ان کی یہ دلیل عقلاً" درست تھی۔ اس لئے میں نے ان کی رائے کو تسلیم کیا۔ یہ تو محفوظ الحق اور اللہ دتا کے متعلق تھا۔ مہر محمد خان کو بلا کر کہا گیا کہ اگر کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لو اس نے کہا مجھے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری پوری طرح تسلی ہو چکی ہے۔

کیا مہر محمد خاں بالکل ساکت ہو گیا تھا۔ اس نے جا کر ان کو نہ کہا ہو گا۔ اگر کہا ہو گا۔ تو یہ کیسا جھوٹ ہے کہ ہم کو موقعہ نہیں دیا گیا۔ جب ان میں سے ایک کو بلا کر کہا گیا کہ ہم آدمی مقرر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس نے انکار کیا اور سمجھنا نہ چاہا۔ تو یہ کہنا کہ ہمیں موقع نہیں دیا گیا کب درست ہو سکتا ہے۔ مہر محمد خاں کو مجلس فیصلہ میں بلا کر جب پوچھا گیا کہ کچھ پوچھنا ہے تو اس نے کہا کہ میری پوری تسلی ہو گئی ہے۔ کہا گیا کہ بعض دفعہ انسان کو فیصلے میں غلطی لگ جاتی ہے پوچھنے کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے ہرگز پوچھنے کی حاجت نہیں۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ درست ہے۔

مگر باوجود اس کے کہا جاتا ہے کہ ہمیں بتایا نہیں گیا۔ اور کون سا طریق ہے جس سے ان کو بتایا جاتا جو فیصلہ سنایا گیا تھا وہ تو سزا کے متعلق تھا۔ اگر انہوں نے کچھ پوچھنا تھا۔ تو خود کہتے اگر ہم انکار کرتے تو یہ کہنے کا حق تھا کہ ہمیں موقعہ نہیں دیا گیا۔ یہ ان کا کام تھا نہ کہ ہمارا۔ یہ خط شروع سے اخیر تک تمام کا تمام جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔

پھر لکھا ہے۔ "قادیانی گروہ میں کئی دوسرے لوگ بھی اسی رنگ میں رنگے جا چکے ہیں۔" یہ بھی محض فریب اور جھوٹ ہے جو ان کے اثر کے نیچے تھے۔ وہ ہمیں معلوم ہیں۔ خفیہ سوسائٹیاں بھائی کو بھائی پر شک و شبہ میں ڈالنے کے لئے ہمیشہ ایسا ہی کہا کرتی ہیں۔ پیغامی ہمیشہ کہتے رہے ہیں کہ

قادیان کے بڑے بڑے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ خاندان نبوت کے ایک شخص نے ہمارے پاس وصیت کی ہے۔ اسی طرح یہ کہ قادیان کے کئی لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ تاکہ ہر ایک کو دوسرے پر شبہ ہو جائے۔ انسان فورا" بدظنی کی طرف جھک جاتا ہے اسے معلوم نہیں ہوتا کہ دشمن کا اس سے کیا مطلب ہے اور اس نے کون سا رویہ مدنظر رکھا ہے۔ بھلا اگر قادیان کے علماء یا دوسرے لوگ بہائی ہیں تو کون سی چیز ہے جو ان کو اس کے اظہار سے روکتی ہے اور چھپانے پر مجبور کرتی ہے۔ سارے لوگ منافق نہیں ہوتے۔ اگر کچھ منافق ہوتے ہیں۔ تو کچھ دلیر بھی ہوتے ہیں۔ ایسے سارے بزدل ہی نہیں ہوتے۔ کیا بہائیت کوئی ایسی چیز ہے جو انسان کو پرلے درجے کا منافق بنا دیتی ہے۔ اور چوروں ڈاکوؤں زہر کھلانے والوں کی طرح کا امن پسند بنا دیتی ہے۔ ایسا لکھنے سے ان کی غرض یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے پر شبہ ہو جائے۔ اور محبت قطع ہو جائے۔ اور تعلقات ٹوٹ جائیں۔ حالانکہ یہ بات محض جھوٹ ہے۔

غرض اس خط کے پڑھنے سے مجھے نہایت تعجب ہوا کہ حق کو چھوڑتے ہی انسان کس طرح جھوٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حفاظت کا نام رکھتا ہے۔ ڈنڈے والے ادھر سے ادھر لے جاتے تھے۔ خود بلا کر موقع دیا جاتا ہے مگر کہا جاتا ہے کہ کوئی موقع نہیں دیا گیا مولوی فضل الدین صاحب نے آکر مجھ سے پوچھا کہ محفوظ الحق کہتا ہے ہمارے لئے تین دن پوچھنے کی اجازت کا اعلان ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں ایسا کوئی اعلان نہیں ہوا۔ ہاں فیصلہ کی کمیٹی میں یہ ذکر ہوا تھا۔ مگر فیصلہ یہ ہوا کہ سمجھنا ہو تو وہ خود درخواست دیں۔۔ اب اگر وہ کچھ پوچھنا چاہتا ہے تو درخواست دینے پر کوئی آدمی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دیکھو قادیان میں وہ خود پچھواتا ہے کہ کیا اعلان ہوا ہے مگر باہر جا کر یہ شائع کرتا ہے کہ ایسا کہا گیا مگر ہمیں اطلاع نہیں دی گئی۔ الغرض شروع سے لے کر آخر تک منافقت کا پہلو ہی اختیار کیا گیا ہے۔

پھر عقائد میں سے ایسے عقائد ظاہر کئے اور ایسی طرز سے ظاہر کئے گئے کہ جس سے دوسروں کو معلوم ہو کہ یہ تو ظلما" اور دھوکہ میں نکالدیئے گئے ہیں۔ یہ تو بڑے اعلیٰ اخلاق والے ہیں۔ دنیا میں امن و عافیت کے حامی ہیں۔

اصل غرض اس تحریر کی یہ ہے کہ اب خفیہ کوشش کے لئے غیر احمدیوں یا غیر مبایعین میں کوئی میدان تلاش کیا جائے۔ اور اس طرح اپنی تبلیغ کی جائے۔ مگر جھوٹ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جھوٹ کی بھی حد ہوتی ہے۔ گذشتہ زمانوں میں باطنیوں اور قرامطہ کی قومیں گزری ہیں۔ مگر آخر تباہ

ہوئیں۔

سچ اور جھوٹ میں یہ فرق ہوتا ہے کو صداقت سچ کے ساتھ پھیلتی ہے اور جھوٹ جھوٹ کے ساتھ۔ باطل پرست قومیں ہی جھوٹ کی محتاج ہوتی ہیں۔ دیکھو ہماری ہر جگہ مخالفت ہوتی ہے۔ مگر ہم علی الاعلان تبلیغ کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے اندر خفیہ داخل ہو جائیں اور ان کے ہی عقائد ظاہر کریں۔ اور جھوٹ بول کر اپنے مذہب کی اشاعت کریں۔

ہم اسلام کے پابند ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کا قاعدہ تھا کہ رات کو حملہ نہیں کرتے تھے بلکہ صبح کی نماز کے بعد حملہ کرتے تھے۔ اسی طرح ہم بھی اپنے دشمن پر دن کو حملہ کرتے ہیں۔ اور لڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے سجادہ نشینو! علماء۔ پنڈتو! پادریو! آؤ مقابلہ کر لو ہم تمہارے گھر پر حملہ کرنے لگے ہیں۔ مگر یہ لوگ چور کی طرح قیام امن کی کوشش کرنے کے بہانے شبخون اور ڈاکہ مارتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں مقابلہ کی طاقت نہیں۔ علی الاعلان سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے یہ وہ فرق ہے۔ جو سچ کو جھوٹ سے بالکل ممتاز کر دیتا ہے۔ مگر بہت کم ہیں جو اس بات کو سمجھتے ہیں۔ تاہم وہ دن آئیں گے کہ جن لوگوں نے اسلام کو تنگ اور تاریک خیالات کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے۔ ان کی غلطی ان پر واضح ہو جائے گی۔ اور قرآن پر تنگ ظرفی کا الزام دینے والوں کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ قرآن وسیع تعلیم دیتا ہے۔ آئندہ دنیا کی ضروریات کو صرف اور صرف قرآن ہی پورا کر سکتا ہے۔ باقی سب خیالات تنگ ناؤ کی مانند ہیں۔ جو جلد مٹ جائیں گے۔

(الفضل ۱۵ اپریل ۱۹۲۴ء)